پروفیسر خالد شبیر احمد
قسط:۴۴

ورق ورق زندگی

آغا شورش کاشمیری کے جنازے میں شرکت ۱۹۷۵ء:

کالج میں ٹی کلب بیٹھا تھا کہ آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر سنی۔ اخبارات میں ان کی بیماری اور بڑے بڑے شاعروں اور ادیبوں سے ان کی ملاقاتوں کا ان دنوں چرچا تھا۔ کہ کس طرح شورش بستر مرگ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے ترانے گا رہے تھے۔ عیادت کے لیے آنے والے ہر فرد کو گواہ بنا کر بار بار کہہ رہے تھے کہ:

''دیکھو میں مر رہا ہوں، میں موت سے نہیں ڈرتا، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بھی ہوں اور غلام بھی۔ میں عقیدۂ ختمِ نبوّت پر کامل ایمان رکھتا ہوں۔ میرے دامن میں ان کی عظمت اور ان کے مقامِ ختمِ نبوت کے تحفظ کے فریضہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں ایمان پر مر رہا ہوں۔''

میں سوچ رہا تھا کہ جس طرح اس شخص نے اپنی پوری زندگی بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ بسر کی اسی طرح موت کے وقت بھی موت سے مرعوب ہوئے بغیر اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کی پختگی کا اعلان کر رہا ہے اور آنے والوں کو گواہ بنا رہا ہے کہ میں ایمان پر مر رہا ہوں اور موت سے نہیں ڈرتا، کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

فقید المثال استقبال:

جب میں بس میں بیٹھا جنازے میں شرکت کے لے روانہ ہوا تو دفعتاً میرے دماغ میں آغا شورش کاشمیری کا وہ فقید المثال استقبال ایک فلم کی صورت میں چلنا شروع ہو گیا۔ جب اس نے صدر ایوب کے دور میں کراچی کے اندر پچاس روز کی بھوک ہڑتال کے بعد ایوبی جبر و تشدد کو شکست دے کر رہائی حاصل کی۔ جس کی تفصیلات ان کی کتاب ''موت سے واپسی'' میں موجود ہیں۔ ان دنوں میں بہاولپور میں ہی تھا کہ ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری صاحب نے مجھ سے رابطہ کر کے مجھے رحیم یار خان بلایا اور ہم دونوں نے رحیم یار خان سے لے کر لاہور تک شورش کاشمیری کا وہ استقبال اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کو ضبط تحریر لانے کو میرا یہ قلم عاجز ہے نہ ہی میرے پاس وہ الفاظ ہیں جو اس استقبال کو ضبط تحریر میں لا سکیں۔ ہر سٹیشن پر لوگوں کا جم غفیر ہوتا جو ختم نبوت زندہ باد کے نعرے بلند کرتا ہوا اس ڈبے کی طرف بے تحاشا پُرنم آنکھوں کے ساتھ شورش کاشمیری زندہ باد کے نعرے لگاتا ہوا شورش کاشمیری سے ہاتھ ملانے کوشش کرتا۔ جس کے بعد شورش کاشمیری چند منٹوں کے لیے تقریر کرتے اور مزید اس عزم کا اظہار کرتے کہ جب تک میں زندہ ہوں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرتا رہوں گا۔ مجھ سے آپ میرا سب کچھ چھین سکتے ہیں میری جائیداد، میرا اخبار، میرا پریس میرا سب کچھ ضبط کر سکتے ہیں لیکن دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ ادا کرنے سے مجھے نہیں روک سکتی۔ مجھے وہ منظر بھی یاد ہے

جب ملتان سٹیشن پر جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سرخ قمیص پہن کر سینکڑوں احرار رضا کاروں کے ہمراہ شورش کاشمیری کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ادھر شورش نے استقبالی ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے جو چند الفاظ کہے ان میں سے مجھے کچھ یاد ہیں۔انہوں نے سید ابوذر بخاریؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”شاہ جی! یہاں سے فارغ ہو کر میرے پیرو مرشد (حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کی قبر پر جا کر انھیں میری طرف سے سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ جب تک آپ کا یہ مرید زندہ ہے عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرتا رہے گا۔مجھے اس راستے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی جس مشن کے لیے آپ نے قربانیاں دیں اور جو سچا راستہ دکھایا شورش اس پر استقامت کے ساتھ قائم ہے۔ان شاءاللہ، شورش قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کے ہی دم لے گا۔“

اس دوران لوگوں کے نعرے فضا میں گونجتے رہے اور جب گاڑی چلی تو لوگوں نے ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ہر سٹیشن پر یہی استقبال اور یہی خیالات شورش کی طرف سے جواباً کہے جاتے رہے۔کسی سٹیشن پر لوگوں کو حکومت کی طرف سے روک دیا جاتا تو پھر لوگ کسی کھیت میں کھڑے ہوئے شورش کاشمیری زندہ باد کے نعرے لگاتے اور ہاتھ ہلا ہلا کر انھیں خراجِ تحسین پیش کرتے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں ثابت قدم رہ کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔اوکاڑہ سٹیشن پر جب گاڑی رکی تو یہاں پر بھی لوگوں کے سٹیشن پر آنے پر پابندی تھی۔چند لوگ سٹیشن پر نعرے لگاتے نظر آئے۔گاڑی رکی تو سٹیشن پر روشنی بھی نہیں تھی، شاید اس لیے کہ استقبال بھرپور انداز میں نہ کیا جاسکے۔شورش نے ڈبے کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا تھا ”کہ آج جس طرح میرے آنے پر اس سٹیشن کے چراغ گل کر دیئے گئے ہیں۔ان شاءاللہ عنقریب صدر ایوب خان کے اقتدار کا چراغ بھی گل ہونے والا ہے۔“اس سے پہلے چیچہ وطنی ریلوے سٹیشن پر کسی نے شورش کے ڈبے میں آ کر کہا آغا صاحب شاہ جی کے بیٹے کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔شورش ڈبے سے باہر نکلے اور ہم دونوں، میں اور سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بھی جو اس ڈبے میں بیٹھے یہ سارا استقبال دیکھ رہے تھے۔ایک جگہ پر چند لوگ کھڑے تھے اور ایوب خان مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ساتھ ہی ڈی ایس پی اپنی وردی میں ملبوس سب کچھ دیکھتا رہا۔ہم نے دیکھا کہ ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری پرچم احرار تھامے یہ نعرے لگا رہے تھے۔پتہ چلا کہ اس دوران ہمارے آنے سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ ڈی ایس پی نے پیر جی کو یہ نعرہ لگانے سے روکا جب آپ نہ رکے تو ڈی ایس پی نے سپاہی کو کہا کہ اسے گرفتار کر لو۔جب سپاہی پیر جی کو گرفتار کرنے کے لیے آگے بڑھا تو پیر جی نے اسے مُکا رسید کر کے پیچھے ہٹا دیا۔شورش نے آتے ہی ڈی ایس پی سے کہا تم نے یہ جسارت کیسے کی؟ اس نے کہا کہ یہ نعرہ لگانے سے نقص امن کا خدشہ ہے۔شورش نے جواباً کہا کہ میں کراچی سے یہ نعرہ لگا رہا ہوں کوئی نقص امن نہیں ہوا اور پھر وہاں کھڑے لوگوں سے مخاطب ہو کر شورش کاشمیری نے خود کہا ”صدر ایوب“ لوگوں نے جواباً مردہ باد کہا اور پھر ڈی ایس پی سے کہا کہ بتاؤ کہیں نقص امن ہوا ہے۔تم جب تک امیر شریعت کے فرزند میرے حوالے نہیں کرتے، شورش یہیں کھڑا ہے اور گاڑی بھی نہیں چلے گی۔عوام کے اشتعال اور شورش کے عزم کے آگے پولیس افسر نے ہتھیار ڈال دیے اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کو فوراً رہا کر دیا اور گاڑی اپنے

سفر کو روانہ ہوگئی۔ لاہور تک اسی انداز میں شورش کاشمیری کا استقبال ہوتا رہا۔ ختم نبوت زندہ باد، شورش کاشمیری زندہ باد، صدر ایوب مردہ باد، کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ لاہور کا سفر ختم ہوا تو استقبال کی فلم بھی ختم تھی۔

جنازے میں شرکت:

لاہور پہنچ کر میں سیدھا مال روڈ پر آغا شورش کاشمیری کے گھر پہنچا تو جنازہ تیار تھا۔ گھر کے باہر میدان میں ان کی میت آخری دیدار کے لیے رکھی تھی۔ کفن میں ملبوس اسلام کا یہ فدائی اور ختم نبوت کا یہ شیدائی ابدی نیند سو رہا تھا۔ میں نے چہرے پر نگاہ دوڑائی تو میرے ایمان میں بالیدگی اور تازگی کے احساس نے میرے دل و دماغ پر عجیب کیفیت طاری کردی۔ میں نے آج تک کسی مرے ہوئے شخص کا ایسا روشن اور تروتازہ چہرہ نہیں دیکھا۔ ان کے لبوں پہ تبسم اقبال کے شعر کی تفسیر تھا:

نشان مردمومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلب اوست

ہمارے دوست اقبال فیروز پاس کھڑے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ اقبال فیروز کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ شخص مرگیا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص پرسکون اور گہری نیند میں سو رہا ہے، اس کے چہرے پر تو موت کی کوئی کیفیت نظر ہی نہیں آتی۔''

اس نے جواباً کہا! کاش تم شورش کو اس وقت دیکھتے جب اسے نہلا اور کفن پہنا کر باہر لائے تھے۔ کچھ دیر بعد جنازہ اٹھایا گیا اور لوگوں کا ایک جمِ غفیر جنازے کے ساتھ تھا۔ ہم یہاں سے پیدل یونیورسٹی گراؤنڈ تک آئے، میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ حنیف رامے بھی تھے جو کہ اس وقت وزیراعلیٰ پنجاب تھے، میری بائیں طرف کرکٹ کے مشہور کھلاڑی فضل محمود تھے۔ جب جنازہ یونیورسٹی گراؤنڈ پہنچا تو غلام مصطفیٰ کھر بھی نظر آئے۔ مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں جنازہ پڑھا گیا۔ میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ اکابر احرار کے جنازوں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی خصوصاً امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسام الدین، مولانا مظہر علی اظہر، سید ابوذر بخاری، سید عطاء المحسن بخاری کے جنازوں میں شرکت شاید میرے گناہوں کی مغفرت اور ذریعۂ نجات بن جائے۔ مشتاق راجھہ بھی ملے جو چنیوٹ کے رضا کاروں کے ہمراہ جنازے میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ میانی صاحب کے قبرستان آئے تو قبر تیار تھی۔ لحد میں اتارنے کا موقع آیا تو مشتاق راجھہ دفعتاً چھلانگ لگا کر قبر میں اترے ان کے ساتھ ایک دو اور بھی تھے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اس عظیم اور دلیر شخص کو قبر میں اتارنے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت ملک کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو ملک سے باہر کسی دورے پر تھے، جب واپس آئے تو شورش کی قبر پر گئے، فاتحہ پڑھی اور پھولوں کی چادر اپنے ہاتھوں سے قبر پر رکھی۔

مفکر احرار چودھری افضل حق تاریخ احرار میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''اب عزیز شورش کاشمیر کے اضافے سے ہماری جماعت میں تین رہنما ایسے ہیں جو شیر کی طرح پانی کے بہاؤ

کے خلاف سیدھا تیرتے ہیں۔ شورش اسمِ بامسمّیٰ ہیں، شاعر ہیں، ادیب ہیں، خطیب ہیں۔ جب سے احرار میں آئے ہیں تب سے جیل میں ہی کٹی ہے۔''

دوسرے دو میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ضیغم احرار شیخ حسام الدین ہیں۔ یہ ایک بہت بڑے رہنما کا خراجِ تحسین ہے جس کا شورش ہر لحاظ سے مستحق ہے کہ اُس کی پوری زندگی اس قول کی گواہ اور شاہد ہے:

لاؤ کہیں سے ڈھونڈ کے شورش سا دیدہ ور　　چلتا رہا جو راہِ صداقت پہ بے خطر
ٹکرا گیا وہ ظلم کی ہر ایک رات سے　　وہ شیر دل کہ چیتے کا رکھتا تھا جو جگر
کرتا رہا جو ختمِ نبوّت پہ جاں نثار　　تھی زیست اُس کی ساری مجاہد کا کرّ وفر
کیا دبدبہ تھا اُس کے تکلم میں دوستو　　لرزاں ہے جس کے نام سے چناب کا نگر
زندہ رہا تو زندگی کو اُس پہ ناز تھا　　مر کے وہ اور ہو گیا نظروں میں معتبر
جس کے جلو میں لشکرِ جرأت تھا ضوفگن　　جس کے قلم سے لرزہ براندام اہل زر
خالد جہانِ زیست سے وہ سرخرو گیا　　لاریب اس پہ ساقیِ کوثر کی تھی نظر

احرار اور قادیانیت تاریخ کے آئینے میں:

مجلس احرارِ اسلام اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں (قادیانیوں) کا آپس میں تعلق کس قدر گہرا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مجلس احرار اسلام کی تاریخ قادیانیوں کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں تو دوسری طرف قادیانیوں کی تاریخ بھی مجلس احرار اسلام کے ذکر کے بغیر نامکمل اور ادھوری ہے۔ تاریخ کے آئینہ میں جب ہم ان دونوں کو دیکھتے ہیں تو ہر جگہ یہ ایک دوسرے کے مدمقابل نظر آتے ہیں۔ ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر میں احرار نے قادیانیوں کے محاسبے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائی اور قادیانیوں کے منصوبے کہ کشمیر کو انگریز کے تعاون سے ایک قادیانی ریاست میں تبدیل کر دیا جائے، ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد قادیان جب ایک قادیانی ریاست کی صورت اختیار کر گیا تو اس قادیانی ریاست پر ضربِ کاری لگانے کے لیے مجلس احرار اسلام سامنے آئی اور اکتوبر ۱۹۳۴ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت پاک و ہند کے نامور علماء قادیان میں داخل ہوئے، ایک عظیم اجتماع میں امیر شریعتؒ نے مرزا بشیر الدین محمود کو للکارا، اپنی تاریخی تقریر میں قادیانیت کے مکروہ چہرے سے دجل وفریب کے پردے چاک کرتے ہوئے اس کے اصل چہرے کو پاک و ہند کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تو قادیانیت کے محاسبے کی تحریک میں شدت پیدا ہوئی۔ قادیان میں احرار داخل ہوئے، وہاں پر ایک مضبوط و مستحکم مرکز قائم کیا۔ رضا کارانِ احرار نے قادیان کے اندر رہنے والے مسلمانوں کے حوصلے بلند کیے۔ قادیانیوں کے اس شہر میں مسلمانوں کا جینا مشکل ہو چکا تھا اور قادیانی جبر و تشدد اپنے عروج پر تھا۔ یہ قادیان میں احرار مرکز کا نتیجہ تھا کہ یہاں پر مسلمانوں نے قادیانیوں کے خلاف جوابی سرگرمیوں سے قادیانیوں اور اس کے پیشوا مرزا بشیر الدین کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ عبدالکریم مباہلہ جو قادیانی تھا احرار کی یلغار اور احرار کے اس مضبوط مرکز کی طرف سے مسلسل

تبلیغ اور صف آرائی کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر مرزا بشیر الدین کے لیے مشکل اور مصیبت کا باعث بنے، انھوں نے اپنے اخبار ''مباہلہ'' کے ذریعے قادیانیوں کی اس گرفت کو توڑ کے رکھ دیا جس میں قادیان کے مسلمان جکڑے ہوئے انتہائی پریشان زندگی بسر کر رہے تھے۔ صورت حال یہاں تک پہنچی کہ عبدالکریم مباہلہ کے قتل کے احکام قادیانی ریاست کے سربراہ کی طرف جاری ہو گئے۔ مگر عبدالکریم کی جگہ واردات میں مستری محمد حسین شہید ہو گئے جو کہ اُن کے ہم شکل تھے۔ قادیانی قاتل کو سزائے موت ہوئی تو قادیانی ولولے اور سرد ہوئے۔ مولانا لعل حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لاہور میں احرار کے جلسے میں قادیانیت پر لعنت بھیجتے ہوئے اسلام قبول کیا اور پھر اپنی ساری عمر قادیانیت کے محاسبے میں صرف کر دی۔ مولانا عتیق الرحمٰن تائب بھی قادیانی مبلغ تھے جو جماعت احرار کے قادیان میں اس مرکز اور احرار رضا کاروں کی حوصلہ افزائی سے قادیانیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے اور انھوں نے اپنی بقیہ عمر قادیانی محاسبے میں ہی بسر کی، جس کا کریڈٹ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے مضبوط و مستحکم مرکز اور تبلیغی نظام کو جاتا ہے۔ مولانا عنایت اللہ چشتیؒ اور فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمہم اللہ جماعت احرار کی طرف سے احرار مرکز کے انچارج رہے۔ مولانا محمد حیات مرحوم نے مجھے ایک ملاقات میں بتایا کہ امیر شریعت پورے ملک کا دورہ کر کے ہزاروں روپے ہمیں لا کر دیتے اور اس طرح ہماری قادیان میں مالی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔ مجلس احرار اسلام نے قادیان میں ۱۴ کنال اراضی بھی خریدی۔ اور اس پر مسجد ختم نبوت اور ایک مدرسہ قائم کیا۔ دور و نزدیک سے مسلمان یہاں آ کر ردِ قادیانیت کورس میں داخلہ لیتے، قادیانیوں کے خلاف تبلیغ کے لیے تیار ہوتے اور پورے ملک کے اندر تبلیغ کرنے نکل جاتے۔ احرار مرکز کی زیرِ نگرانی ایک کھڈیوں کا کارخانہ بھی قائم کیا گیا۔ جہاں سے قادیان کے مسلمانوں کو روزگار مہیا کیا جاتا اور غریب مسلمانوں کے لیے مفت کھانے کا اہتمام بھی تھا۔ بات تاریخ کے حوالے سے ہو رہی تھی کہ احرار اور قادیانی ہمیشہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل رہے اور احرار نے قادیانیوں کا مسلسل محاسبہ کرتے ہوئے اپنے جذبۂ ایمانی کا ثبوت دیا۔ تحریک کشمیر ہو یا تحریکِ مقدس تحفظِ ختمِ نبوّت یا پھر قادیان میں احرار مرکز یہی صورت حال سامنے آتی ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد جب قادیانی پاکستان کو اپنے تسلط میں لانے اور اسے قادیانی عزائم کے مطابق چلانے کے لیے مسٹر ظفر اللہ وزیر خارجہ کی مدد سے پاکستان کے بڑے بڑے عہدوں پر قبضہ کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے کہ پاکستان کی فوج میں بھی ''الفرقان'' کے نام سے ایک گروپ بنا لیا تو حالات انتہائی خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ تب مجلس احرار اسلام نے ہی تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء چلا کر قادیانیوں کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ یہ وہ تیسرا محاذ تھا جس میں جماعت احرار نے ۱۰ ہزار مسلمانوں جن میں احرار رضا کار بھی شامل تھے کی شہادت پیش کر کے اسلام اور وطن کے خلاف قادیانی سازشیں ناکام بنا دیں۔ مسٹر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے مستعفی ہونا پڑا جو قادیانیت پر احرار کی طرف سے ایک کاری ضرب تھی۔ پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوّت میں احرار کا جو کردار تھا اُس کا ذکر پہلی قسطوں میں بیان ہو چکا ہے۔ جس تحریک کے نتیجے میں قادیانی آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔ جس کا مطالبہ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کیا جاتا رہا۔ قادیانیوں کی مسلسل ناکامیاں اور جماعت احرار کی کامیابیاں محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

احرار کو اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ تھا اور اُسی کی رضا کے لیے وہ اس میدان میں سرگرم کار تھے۔ جب کہ قادیانیوں کو اسرائیل اور امریکہ و برطانیہ کی مدد حاصل تھی جس کے باوجود وہ ہر محاذ پر احرار کے مقابلے میں عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے۔

اک جنوں کی داستاں ہے داستاں احرار کی　　عزم و ہمت ، سرفروشی ، ولولہ ، ایثار کی
یہ بہاؤ کے مخالف تیرتے ہیں مثل شیر　　ان کو خواہش ہی نہیں کشتی و پتوار کی
قسمیں کھاتا ہے زمانہ ہاں صمیمِ قلب سے　　رزم گاہِ شو میں احرار کے کردار کی
ان کی تقریروں سے پھیلی ظلمتوں میں روشنی　　اک انوکھی سی ادا یہ قوّتِ اظہار کی
رعد ہے ، برقِ تپاں باطل کو ان کا حرف حرف　　دھوم ہے ہر سو ہی ان کے لہجۂ گفتار کی
خالؔد ان کے دم قدم سے ہے جنوں کو حوصلہ　　یہ جماعت ہے روایت عشق کے اظہار کی

چناب نگر (ربوہ) میں احرار کا داخلہ:

یہ اعزاز بھی مجلس احرارِ اسلام کے حصے میں ہی آتا ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد قادیانی جب ربوہ میں آباد ہوئے اور پاکستان میں دوسرا قادیان بنالیا، وہی ہتھکنڈے، وہی سلسلے، جو یہ قادیان میں ایک الگ ریاست کی صورت میں اختیار کیے ہوئے تھے یہاں بھی تھے، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے احرار ہی میدانِ عمل میں آئے۔ چناب نگر (ربوہ) میں احرار مرکز بنانے کے لیے ابنِ امیر شریعت محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں مشتاق احمد راجھہ سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام چنیوٹ سے رابطہ کیا اور پھر اُن کے ساتھ مل کر ربوہ کے نواح میں اس جگہ کو ہی پسند فرمایا جہاں پر اس وقت مجلس احرار اسلام کا مرکز قائم ہے۔ ان دونوں کے درمیان طے پایا کہ پتہ لگایا جائے یہ زمین کس کی ملکیت میں ہے تاکہ اس سے زمین خریداری کے لیے رابطہ کیا جائے۔ مشتاق احمد راجھہ نے یہ ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اقبال قریشی جو کہ ساتھ ہی ایک گاؤں چھنّی کا رہائشی تھا سے رابطہ کیا، مشتاق احمد راجھہ سے اس کی شناسائی تھی۔ اقبال قریشی نے مشتاق کو بتایا کہ یہ زمین ہمارے قریشی خاندان کے حضرات کی ملکیت ہے، مشتاق راجھہ نے غلام شبیر قریشی اور ذوالفقار قریشی سے رابطہ کیا اُن سے زمین کی خریداری کے لیے بات ہوئی تو وہ زمین بیچنے کے لیے تیار ہوگئے۔ دس ہزار روپے میں دو کنال زمین کا معاملہ طے ہوگیا۔ مشتاق راجھہ نے سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ کو بتایا کہ اتنی رقم درکار ہے، شاہ صاحب فیصل آباد روانہ ہوگئے اور رقم کا انتظام کرلیا۔ یہ رقم صوفی امین مرحوم و مغفور نے شاہ صاحب کے کہنے پر مہیا کردی۔ صوفی امین صاحب کا احراری خاندان سے تعلق تھا اور وہ جماعت احرار کے کارکن بھی رہے لیکن جب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو انھوں نے پاکستان پیپلز پارٹی میں شمولیت کرلی تھی۔ میری اُن سے کئی ملاقاتیں ہوئیں، وہ امیر شریعتؒ اور اُن کے خاندان کے افراد کے شیدائی تھے۔ بہرحال دس ہزار روپے میں یہ زمین خرید لی گئی اور پٹواری وغیرہ سے ضروری کارروائی کے بعد سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری کے نام اس کی رجسٹری ہوگئی۔ اس ساری کارروائی میں تقریباً ایک سال کا عرصہ صرف ہوا اور اس دوران اسے ہر لحاظ

سے خفیہ رکھا گیا تا کہ قادیانیوں کو اس امر کا پتہ نہ چل سکے۔

ایک رات میں مسجد کی چار دیواری مکمل:

دفتر چنیوٹ میں ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاری اور دوسرے احرار رضا کار موجود تھے، مشتاق راجھہ وہ کہتے ہیں، مجھے پیر جی کہنے لگے کیا ہی اچھا ہو کہ آج رات موسم بھی اچھا ہے مسجد کی تعمیر کا آغاز کر دیا جائے، میں نے تائید کر دی۔ ایک ٹرک اینٹوں کا لے لیا گیا۔ میں اُن دنوں سلکی لوم فیکٹری میں ملازم تھا وہاں سے کچھ ساتھی اکٹھے گئے اور ہم چند لوگ پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب کی قیادت میں اس جگہ پہنچے اور وہاں پر تعمیر شروع کر دی۔ موسم اچھا تھا۔ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی۔ مٹی وہاں سے مل گئی گارا بن گیا اور ہم سب نے پیر جی کی قیادت میں ایک محراب اور چار دیواری بنانی شروع کر دی۔ مشتاق راجھہ کہتے ہیں کہ اس وقت ہماری کیفیت عجیب و غریب تھی، ایک جذبہ تھا اور دل کے اندر خوشیوں کا ایک طوفان تھا کہ تھمتا ہی نہیں تھا۔ رات کا اندھیرا، ماحول میں خاموشی مگر دل میں لگن، پیر جی کی کیفیت تو دیدنی تھی۔ وہ ہم سب سے بڑھ کر اس کارِ خیر میں نظر آئے۔ ان کو اس کیفیت میں ہم جب دیکھتے تو ہم بھی ان کے ساتھ اسی کیفیت میں ڈھل جاتے۔ وہ ایک رات ہمیں کبھی نہیں بھول سکتی کہ جب ہم نے صبح ہونے تک یہ عارضی مسجد مکمل کر دی۔ ہمارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مزدوری کرتے تھے۔ ۱۱۰ فٹ طویل دیوار اور ایک محراب ہم نے بنا دیا۔ واپسی پر جب ہم آ رہے تھے تو ربوہ کے درمیان سے گزرے تو لوگوں نے جاگنا شروع کر دیا تھا۔ جس کے بعد دوسرے دن ہی دفتر احرار چنیوٹ میں ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دونوں شریک تھے۔ دونوں حضرات کی مشاورت سے طے ہوا کہ اب اس مسجد کے افتتاح کا اعلان کر دینا چاہیے۔

۲۷ر فروری ۱۹۷۶ء جمعۃ المبارک تاریخ افتتاح مقرر ہو گئی۔ اشتہار چھپ گئے، مختلف شہروں کی جماعتوں کو بھیج دیے گئے۔ چنیوٹ کی دیواروں پر لکھ دیا گیا چلو چلو ربوہ چلو۔ جہاں مسلمانوں کی پہلی مسجد کی تعمیر کا افتتاح ہونے والا ہے۔ ۲۷ر فروری کا جمعہ ربوہ میں ادا کریں۔ روزنامہ نوائے وقت میں باقاعدہ اشتہار بھی دے دیا گیا۔ جب پورے ملک کے اندر بڑے وسیع پیمانے پر اس افتتاح کی تشہیر ہوئی تو ربوہ کے قادیانیوں نے حکومت پنجاب سے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جانوں کو اس افتتاحی تقریب سے خطرہ ہے۔ ہمیں حفاظت مہیا کی جائے اور اس اجتماع پر پابندی لگائی جائے۔ حکومت پنجاب نے قادیانیوں کی اس فریاد پر اجتماع پر پابندی لگا دی۔

مشتاق راجھہ کی گرفتاری:

مشتاق راجھہ بتاتے ہیں کہ مجھے ڈی ایس پی کے دفتر میں طلب کیا گیا وہاں پہنچا تو ڈی ایس پی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ ہیں مشتاق راجھہ؟ میں نے جواب میں کہا کہ میں ہی مشتاق راجھہ ہوں۔ ڈی ایس پی کا دوسرا سوال یہ تھا کہ مسجد کی افتتاحی تقریب میں پورے ملک کو اکٹھا کرنے کے آپ ہی ذمہ دار ہیں۔

مشتاق راجھہ: اگر آپ اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈالتے ہیں تو میں اس کو قبول کرتا ہوں۔

ڈی ایس پی: آپ کو اس بات کا علم ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

مشتاق راجھہ: ہم جو کچھ کرتے ہیں دینی جذبے کے ساتھ کرتے ہیں اور نتائج اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

ڈی ایس پی: آپ کبھی جیل گئے ہیں؟

مشتاق راجھہ: جیل تو ابھی تک نہیں گیا۔ مگر میں جن قائدین کا رضا کار رہوں انہوں نے پوری زندگی جیل میں گزار دی ہے۔ اس لیے جیل کے اندر جو کچھ ہوتا ہے اس سے پوری طرح واقف ہوں۔

ڈی ایس پی: تو پھر آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے۔

مشتاق راجھہ: میں آپ کا شکر گزار رہوں کہ آپ نے مجھے جیل بھیج کر سنت یوسفی ادا کرنے کا موقع مہیا کیا ہے۔

چنانچہ مشتاق راجھہ کو گرفتار کر کے نیو سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ مشتاق راجھہ بتاتے ہیں کہ یہ گرفتاری سی۔ آئی۔ ڈی چنیوٹ کی رپورٹوں کی بنا پر تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ سب کچھ یہی مشتاق راجھہ کر رہا ہے۔ مشتاق راجھہ تو گرفتار ہو گئے لیکن وہ تمام راستے جو چناب نگر (ربوہ) کو جاتے تھے تقریب کے دن اُن کی ناکہ بندی کر دی گئی۔ سرگودھا میں لوگوں کو روکا گیا۔ ادھر جھنگ، ملتان، فیصل آباد اور لاہور سے آنے والوں کو ختم نبوت چوک چنیوٹ میں روک دیا گیا۔ پنڈی بھٹیاں میں بھی ناکہ بندی کر دی گئی۔ میں جب اس تقریب میں شرکت کے لیے آیا تو مجھے بھی ختم نبوت چوک میں روک دیا گیا۔ وہاں پر کئی اور لوگ بھی تھے۔ پولیس کے ساتھ تلخ کلامی بھی ہوئی مگر اتفاق سے ملک اللہ دتہ صدر مجلس احرار چنیوٹ وہاں تشریف لائے تو معاملہ خراب ہونے سے بچ گیا۔ افتتاح کے دن جہاں جہاں بھی لوگوں کو روکا گیا انھوں نے وہیں وہیں نمازیں ادا کیں اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ افتتاحی تقریب صرف چناب نگر میں ہی نہیں ہوئی بلکہ سرگودھا، لاہور، چنیوٹ اور پنڈی بھٹیاں میں بھی یہ افتتاحی تقریب منعقد ہو رہی ہے۔

چناب نگر (ربوہ) میں مسجد کی افتتاحی تقریب ۲۷ فروری ۱۹۷۶ء:

جانشینِ امیر شریعت مولانا ابومعاویہ سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو نمازِ فجر کے وقت اس جگہ پہنچ چکے تھے جب کہ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری پہلے سے ہی وہاں موجود تھے، انھوں نے ''جامع مسجد احرار'' کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا، انھیں دوران خطاب گرفتار کر لیا گیا اور ابنِ امیر شریعت محسن احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ نے نماز جمعہ پڑھائی اور اس تاریخی اجتماع سے خطاب بھی کیا، نمازِ جمعہ کے بعد انھیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ لوگ ناکہ بندی کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں اس تقریب افتتاح میں شریک ہوئے۔ ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری ملتان سے قافلۂ احرار کی قیادت کرتے ہوئے اس تقریب میں شرکت کے لیے چنیوٹ پہنچے مگر پولیس نے انھیں اور اُن کے قافلے کو آگے ربوہ نہ جانے دیا۔ قادیان کے بعد (ربوہ) چناب نگر میں امیر شریعت تو نہیں تھے لیکن ابناءِ امیر شریعت موجود تھے۔ جس سے اس مسجد کی افتتاحی تقریب میں یقیناً امیر شریعت کی روح مسرور بھی ہوئی ہوگی۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بھی ناکہ بندی کو توڑتے ہوئے اس تاریخی اجتماع میں شرکت کی اور خطاب بھی کیا۔ وہ اس وقت قومی اسمبلی کے رکن

تھے۔اس طرح یہ افتتاحی تقریب بخیروخوبی اختتام پذیر ہوئی۔قادیان کے بعد چناب نگر میں بھی احرار اسلام کا مرکز اس وقت سے لے کراب تک وہی کام کر رہا ہے جو قادیان میں احرار اسلام کے مرکز نے سرانجام دیا تھا۔آج مجلس احرار اسلام کا یہ مرکز دین کی تبلیغ اور ردِقادیانیت کا فریضہ جس جذبے اور ایثار کے ساتھ سرانجام دے رہا ہے اس پر اپنے بیگانے سبھی دل و دماغ کی گہرائیوں سے اس کے معترف ہیں۔مولانا محمد مغیرہ صاحب پورے ملک کے علاوہ چناب نگر کے گردونواح میں قادیانیوں کی مکروہ اور خلافِ اسلام سرگرمیوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔اور ہر سال یہاں پر مارچ کے مہینے میں شہدائے ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے اور ۱۲؍ربیع الاوّل کو ختم نبوت کانفرنس بھی ہوتی ہے جس کے بعد ایک عظیم الشان جلوس زیرِ قیادت ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری ترتیب دیا جاتا ہے۔جو ایوانِ محمود کے سامنے قادیانیوں کو دعوتِ اسلام بھی دیتا ہے اور ان کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کے تعاقب اور محاسبے کا دینی فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے۔اس جلوس پر ملک کے کونے کونے سے ہزاروں مسلمان شرکت کر کے مجلس احرار اسلام کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔جلوس کے دوران ایک ایسی فضا اور ایسی کیفیت دیکھنے میں آتی ہے جو ایمان کی تازگی اور روح کے سرور کا باعث بنتی ہے۔جس سے احرار رضا کاروں کا حوصلہ جوان رہتا ہے اور جذبات میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت اور محبت کو تقویت محسوس ہوتی ہے:

احرار کارکنوں کا دینی جذبہ، عقیدۂ ختمِ نبوّت سے وابستگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ محبت کا یہ بہت ہی ایمان افروز منظر ہوتا ہے۔

احرار سے روشن ہے جہاں اہل جنوں کا		سرمایۂ قربانی و ایثار ہیں احرار
دل ان کے منوّر تو زباں پھول فشاں ہیں		ہوبازی جو سر دھڑ کی تو تیار ہیں احرار
دھرتی پہ حکومت ہو فقط ربِ علیٰ کی		اس نعرۂ توحید کی تکرار ہیں احرار
غیرت میں ہیں بے مثل، تہوّر میں ہیں یکتا		ہر زاویے سے ہر پہلو سے خودار ہیں احرار
ہو ختمِ نبوّت کے تحفظ کا فریضہ		سر دے کے بھی جنت کے خریدار ہیں احرار
حیدرؓ ہوں کہ حمزہؓ ہوں، خالدؓ ہوں کہ شبیرؓ		ان کے ہی تو مئے خانوں کے مئے خوار ہیں احرار
نسبت سے بخاریؒ کے سدا مست رہے ہیں		بُستانِ بخاریؒ کی یہی مہکار ہیں احرار
اصحابِ محمد ﷺ کے ہیں والا و شیدا		مقصود محمد ﷺ کے ہی کردار ہیں احرار
ہر ایک ادا ان کی نرالی ہے انوکھی		جس طرح سے دیکھا ہے طرحدار ہیں احرار

(جاری ہے)